© rasailojaraid.com

از جناب ڈاکٹر سید زاہد علی صاحب واسطی

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْن

ہمارا جسم خدا کی شہادت دے رہا ہے؟

خدا کو کیسے دیکھیں؟ یہ سوال اکثر ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ انسان خدا کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔ واضح رہے کہ دیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی چیز کسی خاص جہت۔ مقام، شکل اور رنگ میں سامنے موجود ہو۔ روشنی کی شعائیں اس سے منعکس ہو کر انسان کی آنکھ میں پردہ بصارت پر پڑیں اور آنکھ سے ایک خاص نس کے ذریعہ دماغ میں بینائی کے مرکز تک اس کی تصویر منتقل ہو جائے۔ کیا اللہ جل وعلیٰ کی ذات کے متعلق اس طرح قابل دید ہونے کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو اس طریقہ سے دیکھ سکے؟ ہرگز نہیں۔ یہ بات تو بڑی غلط فہمی پر مبنی ہو گی۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا کے وجود کو دیکھنے کی حقیقت کا عملی ظہور اس خاص صورت میں ہو سکتا ہے۔ تو یہ اس کی کم عقلی ہے۔ ورنہ خدا کو خدا کی خدائی میں دیکھنے کی ایسی بے شمار صورتیں ممکن ہیں۔ جن میں ہم خدا کی تجلی اور اس کا نور اس کا ظہور عملاً دیکھ سکتے ہیں۔

اللہ نور السموات والارض ط مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح ط النور ۳۵

اللہ تعالیٰ نور دینے والا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کا نور۔ اس کی حالت ایسی ہے۔ جیسے ایک طاق ہے۔ اس میں ایک چراغ ہے۔

اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ذاتِ خداوندی کا جلوہ کائنات کے ہر مظہر میں جھلکتا ہے اور یہ سب مظاہر کلیتہً رہنمائے ذات باری ہیں۔ لیکن یہ رہنمائی بھی اس صورت میں ممکن ہے کہ ادراک صفات کو شعور ذات کا وسیلہ متعین کر لیا جائے۔ اگر اس کی بجائے تماشائے صفات مقصود بالذات کی حیثیت اختیار کر لے تو یہی وسیلہ راستے کی رکاوٹ بن کر ذہنی پریشانی کا موجب بن جائے گا۔ یہ ارض و سما۔ نباتات۔ جمادات۔ الغرض تمام کائنات کے نظر افروز مناظر کیا ہیں۔ یہ سب کے سب ذاتِ خداوندی کے پرتو ہی تو ہیں۔ رب العرش العظیم ارشاد فرماتا ہے :-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وان تعدوا نعمت اللّٰہ لا تحصوھا ط (النحل: ۱۸)

اگر تم اللہ کی نعمتیں گننی چاہو تو ان کا احاطہ نہ کر سکو گے۔

تخلیق انسان | بڑے بڑے سائنسدان اور ارباب علم و صلاح جو صدیوں تک سائنسی تحقیقات کی بنیاد پر فلسفہ کی تعمیر میں کوشاں رہے۔ بڑے بڑے ماہر حیاتیات و ارضیات جو تخلیق کے حکیمانہ اقتدار اور مخلوقات کی معقولیت میں غور و فکر کرتے رہے۔ اسی نتیجہ پر پہنچے کہ کائنات کی تخلیق و قیام ایک زبردست ریاضیاتی دماغ سے ہوئی ہے۔ اور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ دنیا کے کل کتب خانوں سے زیادہ حکمت کے خزانے انسان کے جسم کی ساخت اور عمل و اثر میں پوشیدہ ہیں۔

انسان کا ظہور کون و مکان کی تخلیق کا نقطہ عروج ہی نہیں بلکہ منتہائے مقصود بھی ہے جب ہی اس کو خلیفۃ الارض قرار دیا گیا۔ اور اگر ہم تمام اسباب علل کو سامنے رکھ کر انسان کو الطافِ ایزدی کا مظہر کہیں تو بیجا نہیں ہوگا جس نے انسان کو ماورائے عقل ہونے کا دعویٰ دار بنا دیا ہے۔ قرآن کی رو سے انسان کی خلقت روحانی اور جسمانی اعتبار سے احسن تقویم سے ہوئی۔ لقد خلقنا الانسان فی احسنِ تقویم (التین ۴) انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اعلیٰ درجہ کا جسم عطا فرمایا گیا۔ جو کسی دوسری جاندار مخلوق کو نہیں دیا۔ اسے فکر و فہم علم و عقل کی وہ بلند پایاں قابلیتیں بخشیں جو کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوئی۔

انسان اپنی زندگی مادی عناصر سے شروع کرتا ہے اور پھر درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ حواس و عقل سے نوازا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ اس قادرِ مطلق کی قدرت و حکمت ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی جس کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔

"ہم نے انسان کو کھنکھناتی مٹی کے گارے سے پیدا کیا (الحجر: ۲۶)

قدیم یونانی اطباء و حکما کا خیال تھا کہ انسانی جسم چار عناصر مٹی۔ پانی، آگ اور ہوا سے مرکب ہے۔ عربوں نے بھی اس معاملے میں یونانی حکماء کی اتباع کی اور انہی چار عناصر کو بنیادی حیثیت قرار دیا۔ اٹھارہویں صدی تک کے آخری نصف تک یورپی سائنس دانوں نے مٹی اور پانی کو مرکب ثابت کر کے مادے کے آکسیجن ہائیڈروجن۔ نائٹروجن جیسے تقریباً اسّی عناصر کی تفصیل بتا دی۔ انسانی جسم کے تجزیہ سے بھی یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ انہی عناصر میں سے ایک محدود تعداد جسم میں موجود ہے۔ جن میں سے خاص خاص عنصر نائٹروجن۔ آکسیجن۔ کاربن۔ ہائیڈروجن۔ کیلشیم۔ گندھک اور فاسفورس ہیں۔ ان کے علاوہ آئرن۔ میگنیز۔ زنک کوبالٹ اور کاپر وغیرہ بھی شامل ہیں۔ مذکورہ عناصر انسانی جسم میں ایسے سادہ اور خالص شکل میں دستیاب نہیں ہوتے بلکہ غذا کے دوران انہضام ہی جسم کے اندر کیمیائی طریقہ سے سادہ اجزا توڑ دی جاتی ہیں۔ اور پھر ان سادہ اجزا کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور اکٹھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا جاتا ہے۔ اور اکٹھا کر کے جسم و بدن بنا دیا جاتا ہے۔ گویا ایک ایسا فعل بروئے کار لایا جاتا ہے جسے تجمع کا فعل کہا جاتا ہے۔ مثلاً جب کاربن ڈائی آکسائڈ دھوئیں اور بوریا کی راکھ میں تبدیل ہو جاتی ہے تو توانائی پیدا ہوتی ہے۔ جسے عمل تفرق کہتے ہیں یہی شکست و ریخت کے عوامل ہر وقت جاری رہتے ہیں۔ اور یہی تفریق حقیقت میں زندگی کا دوسرا نام ہے ؎

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

تولید انسان | راقم الحروف نے اپنے پیشہ ورانہ تعلیمی۔ علمی اور تدریسی زمانہ میں انسان کی ہیئت کو ہر شکل میں دیکھا۔ نطفہ کی اس بوند کو دیکھا جس کا ذکر رب جلیل نے متعدد جگہ قرآن پاک میں فرمایا۔ اس بوند کو خوردبین میں تحقیق کیا۔ اور رب العالمین کے اس شاہکار اسپرمے ٹوزا دکیڑا جس سے انسان تخلیق ہوتا ہے) کو دیکھا جو کروڑوں کی تعداد میں اس بوند میں موجود ہوتے ہیں۔ رحم مادر کو باہر اور اندر سے بخوبی دیکھا۔ اس اندھیر کوٹھڑی میں جھانک کر ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ جہاں آسمانوں پر کمندیں ڈالنے والا انسان تقریباً ۲۸۰ دن قیام کرتا ہے۔ اس پُر پیچ راستہ کو دیکھا جو اس اندھیری کوٹھڑی سے سورج کی روشنی میں کھلتا ہے۔ جس راستہ کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے لئے آسان کیا۔ کیونکہ مادر رحم سے باہر تک کا راستہ انتہائی تنگ ہوتا ہے اور صرف بچے کی ولادت کے بحکم ربی اس قدر کشادہ ہو جاتا ہے کہ بچے کا اخراج بآسانی ہو جاتا ہے۔ مادر رحم میں ہی میں نے انسان کو ایک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں بھی دیکھا۔ پھر اس کو اس کیفیت میں بھی دیکھا جس کا ذکر اس غفور الرحیم نے اس طرح کیا کہ پہلے تمہیں گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی۔ پھر بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت پوست چڑھایا۔ پھر اس کی صورت بنائی۔ فی الفور مجھے یاد آیا کہ ارشاد ربانی ہے۔

"ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لئے ہم نے اس کو سننے اور دیکھنے والا بنایا۔" (الدہر: ۲)

یہاں میری قوت و رطہ حیرت میں غرق ہو گئی اور اس عظیم احسن الخالقین کی قدرت کاملہ کے بارے میں میری نطق صرف یہ کہہ سکی بَلٰی وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ من الشّٰاھِدِین دکیوں نہیں ؟ میں اس پر گواہی دینے والا ہوں)

قرآن نے ربوبیت کے مظاہر اعمال کے استدلال کے ساتھ ساتھ کائنات دخلقت کے افادہ و فیضان۔ زینت و جمال۔ موزونیت و اعتدال کے حقائق کی راہنمائی بھی کی ہے۔ جس کے لئے فرمان الٰہی ہے کہ

"بلاشبہ اس میں بہت بڑی بصیرت ہے۔ اس کے لئے جو اپنے پہلو میں دل رکھتا ہو اور جس کے سر میں سننے والا کان ہو۔" (ق: ۳۷)

دماغ | دماغ انسانی کو کئی اعتبار سے تفوق حاصل ہے۔ اسے گنجینۂ اسرار کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ یہی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دماغ نفس امارہ ولوامہ کے درمیان فیصلہ کن راہیں دکھاتا ہے۔ اوران کے درمیان آہنگیوں کا ذمہ دار ہے قدرت کا یہ شاندار آلہ اپنے بنیادی حیاتیاتی کردار کی بدولت ہمیں خارجی دنیا کے متوقع حادثات میں متوازن رکھتا ہے جسمانی تندو تیز لامتناہی کیمیاوی اور احساساتی تبدیلیوں کے ماحول میں بھی اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری بھی دماغ پر عائد ہوتی ہے۔ دماغ ہمارے ارادی افعال عضلات کی حرکات و سکنات اور دیگر اعضا مثلاً دل، پھیپھڑے، جگر، معدہ، گردے اور غدودوں وغیرہ کے کاموں میں ربط و ضبط، انضمام و انصرام اور اشتراک عمل پیدا کرتا ہے۔

آئیے آپ کو دماغ کی سیر کرائیں۔ اس کا وزن تقریباً ایک کلوگرام ہوتا ہے۔ یہ متعدد جھلیوں میں بند انسان کی کھوپڑی میں بحفاظت رکھا ہوتا ہے۔ لیکن خدائے ذوالجلال کے شاہکار عصبی نظام کے ذریعے سے اس کا رابطہ جسم کے ایک ایک خلیہ سے ہوتا ہے۔ دماغی مادہ نہایت چھوٹے چھوٹے عصبیوں پر مشتمل ہوتا ہے جنہیں نیورونز کہتے ہیں۔ ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق تیرہ ارب پچاس کروڑ کے لگ بھگ ہوتی ہے کارکردگی کے لحاظ سے نیورون اطلاعات کی وصول یابی اور روانگی کے مرکز ہوتے ہیں۔ جہاں سے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں استفسارات کی معلومات بہم کی جاتی ہے۔ دماغ کے بالائی حصہ میں خودکار افعال انجام پاتے مثلاً نظام انہضام، تنفس اور دوران خون کی کارکردگی اس حصہ کے ماتحت ہوتی ہے یہی وہ وجہ ہے کہ اس کو ارتقاپذیر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہی حصہ انسان اور حیوان میں تفریق پیدا کرتا ہے۔ اوراس کے اندر بدن کے مختلف حصوں مثلاً ٹانگوں، ہاتھوں، بازوؤں حتیٰ کہ ایک ایک پور کے مختلف مراکز کے علاوہ سونگھنے، چکھنے دیکھنے، سننے، سوچنے کے مراکز موجود ہوتے ہیں۔ اور یہاں سے ہی جسم کے تمام حصوں کے مختلف النوع کاموں پر کنٹرول ہوتا ہے جسم کے وسیع وعریض مواصلاتی نظام میں اربوں عصبیے انتہائی برق رفتاری سے ہر لحظہ اپنے مخصوص مراکز کی معرفت کام انجام دیتے رہتے ہیں۔ کنپٹیوں کے قریب دماغ میں یادداشت کا ایک مرکز ہوتا ہے۔ مرگی اور دوسرے امراض میں یہ مرکز اثر انداز ہوتا ہے جس سے گذشتہ واقعات کی یادداشت اثر انداز ہوجاتی ہے۔ پچھلے حصہ میں بصارت کا مرکز ہے۔ اسی طرح سماعت کا مرکز ہے۔ اکثر اوقات بالاتر دماغ کی صلاحیتیں کمزور ہوجاتی ہیں۔

دماغی کام کرنے کی سکت، اوصاف اور خصوصیات کم ہونے لگتی ہیں۔ یہ علامات دماغ کی شریانیں سکڑنے کی بیماری یا درازی عمر کی وجوہات کی وجہ سے پائی جاتی ہیں۔

دماغ کی نچلی سطح پر ایک گول مٹول مٹر کے دانے کے برابر ایک محیر العقل غدود ہوتا ہے جو بحفاظت ایک غلاف میں محفوظ نظر آتا ہے۔ اس غدود کو پچوٹری کہتے ہیں۔ یہ عجائبات قدرت الٰہی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انسان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جسم میں تمام غدودوں سے نسبتاً سب سے چھوٹا ہوتا ہے۔ مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے وہ جوہر پنہاں کر رکھے ہیں جن سے انسانی ہیئت اور انسانی جسم کی تمام نشو ونما کا کنٹرول اسی غدود کی کارکردگی کا محتاج ہے۔ اس غدود کا فعل ناقص ہو تو آدمی کا قد بہت چھوٹا رہ جاتا ہے۔ عموماً ڈھائی تین فٹ تک بڑھ سکتا ہے اور بتدریج نشوونما رک جاتی ہے۔ جسمانی بڑھوتری کے ساتھ ساتھ انسان ذہنی طور پر بھی انحطاطی رد عمل کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ غدود بڑھ جائے تو اس کی کارکردگی انسانی جسم میں ایک تغیر عظیم کا موجب بن جاتی ہے۔ انسان ایک عظیم الجثہ شخصیت اختیار کر لیتا ہے۔ قد سات آٹھ فٹ تک بڑھ جاتا ہے۔ بازو اور ٹانگوں میں کوئی تناسب نہیں رہ جاتا۔ چہرہ لمبوترا اور دھڑ بے ڈول ہو جاتا ہے۔ دودھ پیدا کرنے پر اور فعل توالد پر بھی اس کا اثر حیرت کن انداز میں ہوتا ہے۔ غدود کے پچھلے حصہ کی رطوبت دوران خون میں شامل ہو کر بے قنات غدودوں کے رس میں شامل ہو کر بلڈ پریشر اور آنتوں کی حرکت کو درست حالت میں رکھتی ہیں۔ مزید برآں اس کی رطوبتیں دوسرے غدودوں کی کارکردگی کو کنٹرول کرتی ہیں۔ اس غدود کو اس لحاظ سے جسم کے تمام غدودوں کا بینڈ ماسٹر بھی کہتے ہیں

<u>زبان</u> | زبان کو اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو دی ہے۔ مگر انسان کو اشرف بنانے کے لئے رب العالمین کی نوازش ہے کہ ہمیں گویائی عطا فرمائی۔ زبان کا ذکر سورۃ البلد میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے انسان کو زبان عطا کی ہے۔ مگر یہ صرف بولنے کا آلہ نہیں ہے۔ بولنے والی زبانیں تو چرند پرند ہر ایک کو مرحمت فرمائی گئی ہیں۔ مگر انسان کے لئے یہ نفس ناطقہ ہے۔ جو کہ اظہار مافی الضمیر کے لئے ہے۔ جس سے انسان کو دیگر مخلوق پر فوقیت حاصل ہے۔ سورت الرحمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے علمہ البیان اس نے بولنا سکھایا۔ یعنی ہمارا بولنا اس رب کریم کا فیض بے بہا ہے۔ اس قوت گویائی کے علاوہ اس رب رحیم نے زبان میں کس قدر خوبیاں عطا فرمائیں آیئے دیکھیں عطیہ زبان میں کیا اسرار مضمر ہیں۔

زبان کی بناوٹ کلیتہً عضلاتی بافتوں کی مرہون منت ہے اسی لئے ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق جس سمت چاہیں گھما پھرا سکتے ہیں۔ زبان کی اوپر کی تہہ لعاب دار جھلی کی بنی ہوتی ہے۔ اس میں بے شمار چھوٹے چھوٹے ابھار ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد کئی لاکھ ہوتی ہے۔ انہیں ذائقہ کا ابھار کہتے ہیں۔ ان تمام ابھاروں کے جوف میں خلیوں کے ایسے مجموعے ہوتے ہیں جو ذائقے کی حس رکھتے ہیں۔ مختلف ذائقوں کے شگوفہ ہوتے ہیں۔ کوئی چیز اگر سیال حالت میں نہ ہو تو ذائقہ کے شگوفے متاثر نہیں ہوتے۔ اگر وہ چیز پہلے ہی سیال حالت میں نہ ہو تو لعاب دہن اسے محلول بنا دیتی ہے۔ اگر زبان پر لعاب بالکل صاف کر دیا جائے اور زبان پر نمک یا شکر رکھ دی جائے تو وہ کوئی ذائقہ پیدا نہیں کرے گی۔ اگرچہ کھانے سینکڑوں اقسام کے ہوتے ہیں اور ہر کھانے کا ذائقہ انفرادی نوعیت کا ہوتا ہے۔ لیکن بنیادی ذائقے صرف چار ہیں۔ میٹھا۔ نمکین۔ کڑوا اور کھٹا۔ ان ذائقوں میں میٹھے اور نمکین ذائقوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو زبان کا سرا بہت اچھی طرح محسوس کرتا ہے۔ کڑوا ذائقہ زبان کے پچھلے سرے میں محسوس ہوتا ہے اور کھٹے ذائقہ کی حس صرف زبان کے کنارے محسوس کرتے ہیں۔ یہ بھی نیرنگیِ قدرت ہے کہ ذائقے کی حس کا سونگھنے کی حس سے بہت قریبی تعلق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بدذائقہ دوا مثلاً کسٹر آئل وغیرہ پینی پڑ جائے تو ناک بند کر کے پی جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ زکام نزلہ میں کھانوں کے ذائقے محسوس نہیں ہوتے اور لذت کم ہو جاتی ہے مثلاً ہم کو اعلیٰ درجے کی بریانی پیش کی جائے اس کا ہم جو اچھا ذائقہ محسوس کرتے ہیں وہ دراصل اس کی اچھی خوشبو ہوتی ہے۔ جو معمولی ذائقہ کے باوجود اپنا مخصوص اثر پیدا کرتی ہے۔ اب ذرا سوچیے کہ صرف چار انچ کے اس گوشت کے لوتھڑے میں اس قدر خوبیاں علاوہ اس خالقِ کائنات کے کوئی اور پیدا کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔

<u>آنکھ</u>: ذرا غور تو فرمائیے مدبرِ کائنات کی حکمت عملیوں پر کہ حیات کی نمو میں آنکھ کی تخلیق۔ پھر اس میں بصارت و مناسبت اور مطابقت و موضونیت کا بے پایاں کمال جس کی تحسین نطق انسانی دینے سے قاصر ہے۔ ایک لمحہ کے لئے تصور فرمائیں۔ کہ اگر آنکھیں دو کی جگہ ایک ہوتی یا اپنی موجودہ جگہ کے بدلے سینہ یا پشت پر ہوتی تو انسان کی ہیبت کیا ہوتی۔ اس کے لئے ہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (یعنی ہم نے جتنی چیزیں پیدا کیں ایک انداز کے ساتھ پیدا کیں۔

اب میں آپ کو اسی پیرائے مصلحت عطیہ ربانی کی سیر کراتا ہوں۔

آنکھ عجائبات قدرت الٰہی کا ایک عظیم عطیہ ہے جس کی حفاظت کے لئے قدرت نے سر کی ہڈیوں میں ایک جوف بنایا ہے۔ جسے خانہ چشم کہتے ہیں۔ اس خانہ کے اطراف کی ہڈیاں سوائے سامنے کے رخ کے ہر طرف سے آنکھ کی حفاظت کرتی ہیں۔ سامنے کے رخ آنکھ کی حفاظت پپوٹے کرتے ہیں۔ ان پپوٹوں کے اندر بے شمار غدود ہوتے ہیں جن سے لعاب دار رطوبت خارج ہوتی رہتی ہے۔ یہ رطوبت آنکھ کی سطح کو چکنا رکھتی ہے اور اس کی وجہ سے آنکھ بآسانی حرکت کرتی رہتی ہے۔ ان پپوٹوں کے سروں پر لمبے بال ہوتے ہیں جنہیں پلکیں کہتے ہیں۔ یہ پلکیں آنکھوں کو ٹھوس و رقیق ہر قسم کے بیرونی مادوں سے بچاتی ہیں۔

آنکھ میں چھ عضلات ہوتے ہیں جن کی مدد سے آنکھ کو ہم ہر جانب اپنی مرضی سے گھماتے ہیں۔ آنکھ کا دماغ کے ساتھ تعلق ایک عصب کے ساتھ ہوتا ہے۔ جسے عصب باصرہ کہتے ہیں۔ آنکھ کے کئی بیرونی پردے ہوتے ہیں جن کے علاوہ ایک سب سے اندرونی پردہ ہوتا ہے جسے پردہ شبکیہ یا (ریٹینا) کہتے ہیں۔ یہ پردہ عصب باصرہ کے آخری سرے پر واقع ہے۔ شبکیے کی تمام سطح یکساں طور پر روشنی کا اثر قبول نہیں کرتی۔ آنکھ میں بیرونی پردوں کے درمیان ایک شیشہ (لینس) ہوتا ہے یہ ایک شفاف جھلی میں ملفوف ہوتا ہے۔ شیشہ ساخت کے لحاظ سے محدب ہوتا ہے۔ شیشہ کے باہر کے پردے شیشہ کی موٹائی کو گھٹاتے بڑھاتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں جس کی وجہ سے اس کا طول ماسکہ علی الترتیب کم یا زیادہ ہوتا ہے۔ اس عمل کو تطبیق کہتے ہیں جس کی وجہ سے ہم دور و نزدیک کے فاصلوں سے چیزوں کو صاف فوکس میں لاکر دیکھ سکتے ہیں جب روشنی شیشہ میں سے گذرتی ہے تو وہ انعطاف سے ایک مرکز پر جمع ہو جاتی ہے۔ اور پردہ بصارت پر اس چیز کی تصویر نمایاں ہو جاتی ہے۔ جہاں سے عصب باصرہ کے ذریعہ یہ دماغ میں احساس بینائی پیدا کرتی ہے۔ پردہ چشم پر جو عکس بھی پڑتے ہیں۔ وہ سیکنڈ کے آٹھویں حصہ تک قائم رہتے ہیں اور آنکھوں کے تادیر بینائی کے تاثر کو قائم رکھنے کے اصول پر سینما کی طرح تصویریں بدلتی رہتی ہیں۔

آنکھیں تو گدھے، گھوڑے کو بھی عطا کی گئی ہیں مگر انسان کی آنکھ اس کائنات کو دیکھ کر اور فکر و فہم، علم و عقل کی وہ بلندیاں قابلیتیں جو کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوتیں انہیں بروئے کار لاکر کسی بالاتر مقتدر ہستی کو تسلیم نہ کرے (جس کے لئے قرآن فرماتا ہے۔ فی انفسکم افلا تبصرون۔ یعنی اور خود تمہارے وجود میں بھی۔ پھر کیا تم دیکھتے نہیں ؟) تو ایسے کو تو کور چشم ہی کہا جا سکتا ہے۔ آنکھ کا ذکر قرآن پاک میں عقل و فہم و ادراک کی پیش بینی۔ گمراہی و ضلالت سے فرار اور امر بالمعروف کے لئے کیا گیا ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ مانیں یا نہ مانیں الم نجعل لہ عینین (البلد ۱۰) بھلا ہم نے انہیں دو آنکھیں نہیں دیں۔ ایسے ہی ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ قل ھو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار (ملک ۲۳) کہہ دو وہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان اور آنکھیں بنائیں۔

دل | یوں تو جسم کا ہر خلیہ عظمت تخلیق کا مظہر ہے۔ مگر دل کی کارفرمائی کل جسم کی شیرازہ بندی اور زندگی کا ظہور اپنے عمل و تدبیر سے خاص سے قائم رکھنے پر قادر ہے۔ اور خالق عظیم کے حکیمانہ علم سے ایک وقت معینہ تک مصروف کار رہتا ہے۔ انسانی جستجو و تلاش بسیار غور و خوض اس کی ساخت و عمل کی نقل اتارنے سے قاصر ہے۔

دل کہنے کو تو ایک قسم کا پمپ ہے جس کا کام الفاظ میں تو بہت معمولی نوعیت کا ہے یعنی ایک طرف سے خون لے کر دوسرے راستے سے جسم کے مختلف حصوں میں روانہ کر دینا۔ مگر یہ ایک ایسا عجوبہ تخلیق ہے کہ آج تک کوئی مشین اس مختص سائز میں یہ کام نہ کر سکی اور نہ کر سکے گی۔ یہ پھیپھڑوں کے درمیان واقع ہے اور ایک مخروطی شکل کا کھوکھلا عضو ہے۔ ایک دو تہوں والی جھلی کے تھیلے میں ملفوف ہوتا ہے۔ یہ غلاف رطوبت سے بھرا ہوتا ہے اس میں بیک وقت ۱۴۰ مکعب سینٹی میٹر خون سما سکتا ہے۔ دل میں صرف چار خانے ہوتے ہیں دل کے خانوں میں خون کی آمد و رفت کے لئے دائیں اور بائیں حصوں کے درمیان بھی سوراخ ہوتے ہیں۔ ان سوراخوں کے درمیان ایسے والو لگے ہوتے ہیں جو خون کی یک طرفہ آمد و رفت کا انصرام کرتے ہیں۔ یہ مظاہر زبانی دیکھ کر دل میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیال آتا ہے کہ دل ہی ان خواہشات نفسانی کی آماجگاہ ہے جہاں اخلاقیات، دیانت، امانت، شرافت و شائستگی، انصاف و رحم، محبت و ہمدردی، جیسے فضائل اور بداعمالی و سفلہ پن، ظلم و ستم، شرک و الحاد، گمراہی و ضلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں چلنے کے منصوبے بنتے ہیں۔ مگر عالم محسوسات میں ہمیں نظر نہیں آتے جیسے فرمان عزوجل ہے لا تدرکہ الابصار۔ اس کو نہیں پا سکتیں آنکھیں۔ (الانعام ۱۰۴)

دورانِ خون کی ابتداء میں شریانوں کے ذریعہ ناخالص خون پھیپھڑوں میں داخل ہوتا ہے۔ اور وہاں وہ گردش کرتا ہوا پھیپھڑوں میں عروق شعریہ کے درمیان سے جب گذرتا ہے تو سانس کے ساتھ وہاں آئی ہوئی آکسیجن کے ذریعہ صاف ہو جاتا ہے۔ اور یہ مصفا خون پھر ایک ورید کے ذریعہ دل میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں سے شریان اعظم کی شاخوں کے ذریعہ جسم کے تمام حصوں میں جا پہنچتا ہے۔ شریانیں شاخدر شاخوں میں تبدیل ہو کر بہت باریک شریانوں میں منقسم ہو جاتی ہیں۔ جنہیں شریانکیں کہتے ہیں۔ یہ شریانکیں مزید تقسیم ہو کر بے شمار بال سے باریک ایسی نالیوں میں بٹ جاتی ہیں جنہیں عروق شعریہ کہتے ہیں۔ عروق شعریہ اس قدر باریک ہوتی ہیں کہ ہم انہیں خوردبین کے علاوہ قطعاً نہیں دیکھ سکتے۔ انہیں عروق شعریہ کے ذریعہ جسمانی بافتوں اور خون کے درمیان غذائی مادوں اور گیسوں کا باہمی تبادلہ ہوتا ہے۔ اس تبادلے کے بعد عروق شعریہ کے ذریعہ جسمانی بافتوں اور خون کے درمیان غذائی مادوں اور گیسوں کا باہمی ہوتا ہے۔ اس تبادلہ کے بعد عروق شعریہ آپس میں مل کر پھر ذرا بڑی نالیوں میں بدل جاتی ہیں جنہیں ورید کہتے ہیں۔ یہ وریدیں مل کر بڑی نالیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اور آخر میں تمام وریدیں دو بڑی وریدوں میں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ دونوں بالائی اور زیریں ورید اعظم میں کھلتی ہیں۔ جہاں سے یہ استعمال شدہ گندہ خون پھیپھڑوں میں لے جا کر نظام دوران خون قائم رکھتی ہے۔ اگر تمام خون کی نالیوں کو ایک لمبائی میں رکھا جائے اور ان پر سفر کیا جائے تو آپ بآسانی ملتان سے بہاولپور پہنچ سکتے ہیں۔

نبض کی حرکت دل کی دھڑکن کے مطابق ہوتی ہے۔ ایک منٹ میں دل اوسطاً ۷۲ مرتبہ دھڑکتا ہے مگر جسمانی مشقت اور بخار میں دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے۔ اسی واسطے نبض کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ دل اور نبض کی رفتار میں گردش خون اور خون کے بہت سے افکار کارفرما ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے لگے ہاتھوں آپ کو خون کے بارے میں کچھ بتا دینا بھی ضروری ہے۔

خون تخلیق کائنات کا ایک اہم ترین حصہ ہے۔ یہ جسم کے وزن کا تقریباً بارہواں حصہ ہوتا ہے۔ اگر خون کے قطرہ کو خوردبین سے دیکھیں تو لاتعداد گول گول جسیمے بے رنگ سیال میں تیرتے نظر آئیں گے۔ یہ جسیمے سرخ و سپید رنگ کے ہوتے ہیں۔ خون کے ایک قطرہ میں تقریباً ۵۰ لاکھ سے زائد سرخ جسیمے ہوتے ہیں۔ ان کا کام جسم کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طاقت پہنچانا اور آکسیجن کو جذب کر کے جسم کے تمام حصوں کو فراہم کرنا ہوتا ہے جس کی وجہ سے جسم میں توانائی آجاتی ہے۔

آپ نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ کسی حادثہ میں خون کی کثیر مقدار کے ضائع ہونے سے موت واقع ہو جاتی ہے حقیقت میں انہی سرخ ذرات کی کمیابی ہو جاتی ہے جس میں توانائی اس حد تک کم ہو جاتی ہے کہ موت ناگزیر ہو جاتی ہے۔

سفید جسیمے دراصل ایک قسم کی خون کی پولیس ہوتی ہے یہ بیماریوں کے جراثیم اور دیگر زہریلے مادوں کو کھا کر برباد کر دیتی ہے۔ اگر ہم کوئی بیرونی مادہ یا جرثومہ خون میں داخل کر دیں اور خون کی ایک بوند کو خوردبین میں دیکھیں تو ایک محیر العقل منظر نظر آئے گا۔ بیرونی مادہ یا جرثومہ کو ہزاروں کی تعداد میں سفید جسیمے گھیرے میں لئے ہوتے ہیں۔ اور اس کو کھا جاتے ہیں۔ اگر سفید جسیمے مزید ضرورت ہوں تو اپنی دفاع کے لئے موقع محل کے لحاظ سے سفید جسیمے تعداد میں بڑھنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی بیماری کے دوران سفید جسیموں کی تعداد بڑھ جاتی ہے خون میں جسم کی تمام فاسد رطوبتیں جمع ہوتی رہتی ہیں۔ اس وجہ سے ہی خون کا استعمال حرام قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اسی کے لئے فرمان ہے :-

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ (البقرہ ۱۷۳) بیشک اس نے تم پر مردہ اور خون حرام کیا۔

گردے: دیکھنے میں تو گردے ایک حقیر سی چیز معلوم ہوتے ہیں۔ مگر قادر مطلق علیم و حکیم کی صناعی کا لافانی شاہکار ہیں۔ ان کی کارکردگی مظاہر رب کریم کے کمالات و عجائبات میں سرفہرست ہے۔ گو آج کل انسان نے بکمال تحقیق مصنوعی گردہ بنانے میں قدرے سرخروئی حاصل کر لی ہے۔ مگر اگر کسی نے اس مصنوعی گردہ کو کبھی دیکھا ہو تو اندازہ کر سکے گا کہ ایک پندرہ مربع فٹ کے مصنوعی گردہ اور چار مربع انچ کے گردہ میں نہ صرف سائز میں فرق ہے۔ بلکہ مصنوعی گردہ کی چند وقتی کارکردگی کے مقابلہ میں سورج کو چراغ دکھانے کے مصداق ہے۔

بہرحال گردوں کی جوڑی جوف شکم کے اندر ریڑھ کی ہڈی کے دائیں بائیں ہوتی ہے۔ اگر گردے کو لمبائی میں چیر کر دیکھا جائے تو اس کے اندر دو تہیں نظر آتی ہیں۔ بیرونی تہہ کو کارٹیکس اور اندرونی تہہ کو میڈولا کہتے ہیں میڈولا سے مثانہ تک ایک لمبی پتلی نالی پیشاب لے جانے کے کام آتی ہے۔ کارٹیکس کے درمیان خالی جگہیں نظر آتی ہیں۔ ان خالی جگہوں میں مخروطی سطحیں ہوتی ہیں۔ اگر کسی مخروط کو کاٹا جائے تو اس میں بے شمار خمیدہ نالیاں نظر آتی ہیں۔ ان کا خاص وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ خون سے بے کار مادے جذب کر کے انہیں خالی جگہوں میں جہاں مخروط ہوتے ہیں لا ڈالتی ہیں۔ یہ نالیاں گردے کی بیرونی سطحوں کے قریب آکر پھیل جاتی ہیں اور رگوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اور یہاں عروق شعریہ کے گچھے بنا لیتی ہیں۔ یہ گچھے گردوں کی مشینری کی بنیادی اکائی ہوتی ہے

© rasailojaraid.com

گردے کے اندر تقریباً دس لاکھ سے زائد نیفرون یا گچھے ہوتے ہیں ہر نیفرون ایک مکمل مشینری ہوتی ہے جس میں مختلف قسم کے کل پرزے ہوتے ہیں۔ اس میں باریک نالی ہوتی ہے جس کی لمبائی تین سینٹی میٹر ہوتی ہے اس طرح اگر دونوں گردوں میں ان نالیوں کی لمبائی ناپ لی جائے تو چالیس میل سے زائد بنتی ہے۔ گردوں کی کارکردگی اگر دیکھی جائے تو انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے اور خدائے عزوجل کی صناعی کے بارے میں یہی کہہ سکتا ہے کہ

تقویٰ ہے ذوق معرفت کا — پہچان خدا کو ہے دلائل

گردوں میں تیرہ سو مکعب سینٹی میٹر خون فی منٹ کے حساب سے گردش کرتا ہے۔ اس گردش کا مقصد خون کا ان باریک نالیوں کے گچھوں سے گزرنا ہوتا ہے جہاں سے خون کے فاسد مادوں کا اخراج پیشاب کے ذریعہ ہوتا ہے اس طرح چوبیس گھنٹوں میں اوسطاً ۱۸۰ لیٹر خون گردوں میں سے گزر جاتا ہے۔ گردوں کی بیماریوں میں بنیادی اکائی اثر انداز ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے خون کے ذرات اور چند ضروری اشیاء مثلاً شکر چربی وغیرہ پیشاب کے ذریعہ خارج ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اور فاسد ہوتے مثلاً یوریا، یورک ایسڈ اور متعدد نمکیات جو خارج ہونا ضروری ہوتے ہیں دوبارہ خون میں واپس چلے جاتے ہیں۔

خوراک اکثر مشینوں میں کسی زمانہ میں لکڑی، پتھر کا ایندھن جلاتے تھے جس کے جلنے سے توانائی حاصل ہوتی تھی اس کے بعد تیل سے بتدریج ترقی ہوتے ہوتے آجکل گیس، بجلی اور شمسی شعاعوں کا ایندھن جلنے لگا۔ [illegible] بعینہ ایندھن جلایا جاتا ہے تاکہ جسم کو توانائی حاصل ہو سکے۔ اور یہ ایندھن خوراک ہوتی ہے خدا تعالیٰ نے ہمیں انواع و اقسام کی خوراکوں سے نوازا جس کو بطور ایندھن ہم اپنے پیٹ کی بھٹی میں جھونک کر جسم کو [illegible] کر چلتے ہیں بلکہ ان جسمانی مشینوں کے خالق کا شکر [illegible] جس طرح کسی بھی مشین کے کل پرزے گھستے رہتے ہیں اسی طرح ہمارا جسم [illegible] کام کرنے سے شکست و ریخت ہوتی رہتی ہے [illegible] میں ڈالی جائے اور معدہ و انتڑیوں کے کام کی باقاعدہ [illegible] ہے تو بلا مبالغہ ایسی فیکٹری کیلئے کم از کم [illegible] ایکڑ زمین درکار ہوتی اس کے باوجود [illegible] کیونکہ توانائی [illegible] ہمارے جسم کو توانائی پیدا کرنے کیلئے کاربوہائیڈریٹ، پروٹین اور چکنائی کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمیں قوت فراہم کرتے ہیں چھوٹوں میں تازہ [illegible] ہیں بڑی عمر میں شکستہ بافتوں کی مرمت کرتے ہیں نمک اور وٹامن اگرچہ ہمارے اس جسم میں کوئی خاص قوت مہیا نہیں کرتے مگر ان کی موجودگی بہت ضروری ہے ــــ یا میں نے یہ خداوندی عجائب اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھے اور بعد جستجو کے بس یہی سمجھ سکا کہ ایمان بے یقین اور یقین بغیر علم مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسی علم کی بدولت میں نے عظیم صناع رب السموات والارض کو انسان کے وجود میں دیکھا اس کی نشانیوں سے روشناس ہوا جس کے بعد مجھے سوچ بچار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر یہ سب نشانیاں جو میں نے بیان کیں نصیحت پکڑنے والوں کیلئے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان فی ذالک لآیت لقوم یذکرون (النحل ۱۳)